

تیسرا جنگِ عظیم

ہنری کسنجر خارجہ امور کا ماہر ترین انسان ہے۔ امریکہ کا وزیر خارجہ بھی رہ چکا ہے۔ اسکی عمر چورانوے برس ہے۔ امریکی پالیسی اور مختلف ممالک سے رابطوں پر کسنجر کی گہری چھاپ ہے۔ تین ہفتے پہلے اس نے داشگاف الفاظ میں کہا ہے کہ دنیا تیسرا عالمی جنگ کی طرف جا رہی ہے۔ اسکے مطابق طبلِ جنگ ہولناک انداز سے بچ رہا ہے۔ یہ ہر ایک کو سنائی دے رہا ہے۔ صرف بہرے اس خوفناک آواز کو سن نہیں پا رہے۔ کسنجر کا یہ بیان غیر معمولی تو ہے، ہی مگر یہ حقیقت میں ہوتا نظر آ رہا ہے۔

پاکستان میں بہت کم سیاسی محققین ہیں جو بین الاقوامی رجہانات کو کسی تعصب کے بغیر سمجھنے اور پرکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ سارا دن بلکہ سارا سال کے تین سو پینٹھو دن ان دور نی سیاسی تشریح میں گزار دیے جاتے ہیں۔ عرض کروزناگا کہ اس وقت خارجی پالیسی پر گہری نظر رکھنے کی ضرورت ہے۔ ہو سکتا ہے کہ تیسرا عالمی جنگ کا تھیڑہ ہمارا خط ہی ہو۔ اس میں وہ تمام ممالک شامل ہیں جنہیں غیر مستحکم کیا جا چکا ہے۔ باقیوں پر عدم استحکام کی بلا اور آفت پھیلانے کی بھرپور کوشش کر رہی ہے۔ غور فرمائیے۔ موجودہ دنیا کی سب سے بڑی دشمنی ایران اور سعودی عرب کی ہے۔ یخی اس حد تک بڑھ چکی ہے کہ دونوں طرف سے مکمل صفائی تک کی جا چکی ہے۔ مشرق وسطیٰ کے تمام ممالک دیوانوں کی طرح اسلحہ خرید رہے ہیں۔ یہ سب کچھ اس جنگ کا پیش خیمہ ہو سکتا ہے جو مسلک کی بنیاد پر تیار کھڑی ہے۔ عجیب بات یہ بھی ہے کہ مسلمان ممالک میں ایک بھی ایسا موثر لیڈر موجود نہیں جو عرب اور عجم کی اس جنگ کو کوانے میں کوئی کردار ادا کر سکے۔ سوال یہ بھی اُبھرتا ہے کہ بالآخر ہم کہاں کھڑے ہیں، کس کے ساتھ کھڑے ہیں اور ہم کس درجہ پختہ سوچ کے ساتھ اس میں شامل یا ناشامل ہونے کا فیصلہ کر رہے ہیں۔ مجھے خارجہ امور میں قومی سطح پر کوئی مضبوط یا پختہ فہم نظر نہیں آتی۔

تیسرا عالمی جنگ کو ہمیز لگانے والا ایک شخص اور ایک ملک بے حد کامیابی سے کام کر رہا ہے۔ امریکی صدر ٹرمپ اس وقت پوری دنیا میں انتشار پھیلانے کا کام بھرپور طریقے سے کر رہا ہے۔ بنیادی طور پر گورے اور کم تعلیم یافتہ امریکی شہری کا نامانندہ ہے۔ تمام بیانات اور پالیسیاں صرف اور صرف اپنے ووٹر کیلئے ترتیب دے رہا ہے۔ امریکی صدر یہ سمجھ چکا ہے کہ امریکہ میں پڑھے لکھے لوگ، سیاہ فام طبقہ اور دوسروں ملکوں سے آئے ہوئے امریکی شہری انہیں سخت ناپسند کرتے ہیں۔ چنانچہ اب فصلہ کر چکے ہیں کہ ہیجان انگیز رجہانات کو فروغ دینگے۔ سب سے پہلے انہوں نے امریکی رائے عامہ کو تقسیم کیا اور اب یہی کام وہ پوری دنیا میں کر رہے ہیں، بلکہ کافی حد تک کر چکے ہیں۔ امریکہ میں انتخابی تقاریر کو سنبھالنے کے بعد لکھا تھا کہ ٹرمپ جیت سکتا ہے۔ اس پیریڈ میں تقریباً ایک ماہ امریکہ رہنے اور مختلف لوگوں سے ملنے کے بعد مجھے احساس ہو چکا تھا کہ ٹرمپ اپنی ہوشیاری سے امریکہ کے اس گورے طبقے کو زیر اشمار رہا ہے جنکے پاس مالی وسائل کم ہو چکے ہیں۔ جو یونیورسٹیوں میں پڑھنے نہیں جاسکے۔ جنکے پاس معقول نو کریاں نہیں ہیں۔ اسی طبقے نے ٹرمپ کو کندھوں پر بٹھا کر وائٹ ہاؤس پہنچایا۔ انتخابی تقاریر کے بعد گزشتہ ایک برس میں ٹرمپ امریکہ کے ان دور نی مسائل کو کامیابی سے حل نہیں کر سکا۔ لہذا وہ ایک منصوبہ بندی کے تحت ایسی باتیں کر رہا ہے جس سے دنیا میں ایک ایسی جنونی کیفیت پیدا ہو جائے جس سے امریکہ کو بہت خطری اسلحہ کے

آرڈر اور دفاعی معاهدے ملیں۔ اسکا آغاز ہو چکا ہے۔ سب سے پہلے، یہ پالیسی شامی کو ریا کے متعلق اپنائی گئی۔ اسکے سربراہ پر ذاتی جملے کے گئے۔ اسکو ایک پاگل آدمی کہا گیا جو دنیا کا امن تباہ کر رہا ہے۔ حالانکہ شامی کو ریا کسی بھی بیرونی جارحیت میں مصروف نہیں تھا۔ مگر اسے دنیا میں ایک ولن بنانے کا پیش کر دیا گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ شامی کو ریا نے دور مار کرنے والے میزائلوں کے تجربات شروع کر دیے۔ اس جنگی کیفیت میں جنوبی کو ریا، جاپان اور ویٹ نام کافی حد تک امریکہ کے دستِ نظر ہو گئے۔ انہیں غیر محفوظ بنا کر ٹرمپ نے مسلمان ممالک پر کام شروع کیا۔ اب کوئی شک نہیں ہے کہ داعش سو فیصد امریکی جنگی مشین کی پیداوار ہے۔ داعش کے جنگجوؤں کو شام اور دیگر ملکوں سے اٹھا کر افغانستان لا یا گیا ہے اور وہ بھی پاکستان کی سرحد کے بالکل نزدیک۔ ہمارے قبائلی علاقوں سے مسلک افغانی علاقے اب داعش کا گڑھ ہیں۔ جب سے یہ لوگ ہماری سرحدوں کے نزدیک پہنچے ہیں، پورے ملک میں دہشت گردی کے واقعات یک دم بڑھ چکے ہیں۔ بم دھماکوں اور خودکش حملوں میں تیزی آچکی ہے۔ داعش کے جنگجوؤں کو امریکی جہازوں کے ذریعے ہماری سرحدوں کے نزدیک بٹھایا گیا ہے۔ اسکے ساتھ ساتھ ٹرمپ نے ذاتی طور پر سعودی شاہی خاندان میں ولی عہد سنانے کی قبائلی مہم کو ترک وادیا ہے۔ وہاں حکومت کبھی بھی بادشاہ کے بیٹے کو نہیں دی جاتی تھی بلکہ یہ بھائی سے بھائی کو منتقل ہوتی تھی۔ اس قبائلی روایت کو ختم کرنے کے بعد امریکی صدر نے بہت کامیابی سے سعودی شاہی خاندان کو تقسیم کر دیا ہے۔ وہاں اب شہزادے ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہیں اور اب تمام باائز لوگ اپنے وقت کا انتظار کر رہے ہیں۔ سعودی بادشاہ اور بالخصوص موجودہ ولی عہد کا کرپشن کے خلاف اقدامات دراصل اپنے سیاسی طاقتور حریفوں کو ختم کرنے کیلئے تھے۔ مقصد دراصل کچھ اور تھا، لیکن بتایا کچھ اور جارہا تھا۔ اگر سعودی عرب میں انتشار ہوتا ہے تو ٹرمپ اپنے مقصد میں مکمل طور پر کامیاب ہو جاتا ہے۔ حالیہ اہم شہزادوں کی گرفتاریاں اور ان پر تشدد کروانے کیلئے تمام راہ ٹرمپ کی اشیر باد سے طے پائی تھی۔ سعودی عرب میں حالات اس درجہ خراب ہیں کہ کسی بھی وقت کوئی بڑا سانحہ ہو سکتا ہے۔ ٹرمپ کا سعودی عرب کا دورہ دراصل اس منصوبہ بندی کا ایک جزو تھا۔ اس انتشار کی بدولت، امریکی دفاعی ائمہ سٹری کوار بول ڈالر کے آرڈر ملے۔ یعنی مالی فائدہ بالآخر امریکہ کے حصے میں آیا۔

اب آپ اسرائیل کے موجودہ حالات کی طرف آئیے۔ ٹرمپ کا داما کٹر یہودی ہے اور وہ امریکہ کے باائز تین لوگوں میں شامل ہے۔ اسرائیلی دارالخلافہ کو تل اویوس سے بیت المقدس منتقل کرنا، اسی انتشار کو بڑھا و دینا ہے جس سے دنیا مزید تقسیم ہو چکی ہے۔ جب سے ٹرمپ نے اعلان کیا ہے کہ وہ چاہتا ہے کہ اسرائیل اپنا دارالخلافہ بیت المقدس لے جائے، ہر طرف اس فیصلہ پر شدید تقید ہو رہی ہے۔ مسلمان ممالک شدید جذباتیت کا شکار ہیں۔ لہذا اس عمل سے انکی کمزور حکومتیں شدید باو کا شکار ہو سکتی ہیں۔ دوسری طرف سعودی عرب، اسرائیل کے ساتھ ایک باہمی دشمنی یعنی ایران کو بر باد کرنے کیلئے ایک دفاعی معاهدہ کے ذریعے تعاون کرنے کیلئے تیار ہو چکے ہیں۔ ہماری صورتحال سب سے پیچیدہ ہے۔ ہماری اسرائیل سے کسی قسم کا کوئی تعلق نہیں۔ کم از کم سرکاری پالیسی یہی ہے۔ بہر حال پاکستان اور اسرائیل کے درمیان رابطے موجود ہیں۔ ہماری اسرائیل کو تعلیم نہ کرنے کا سب سے زیادہ فائدہ ہندوستان نے اٹھایا ہے۔ شاہد آپ جیران ہوں کہ ائمہ یا کو جدید ترین ہتھیار اور فنی تربیت اسرائیل مہیا کر رہا ہے۔ افغانستان میں اسرائیلی فوج کے افسر تربیت دینے میں

مصروف ہیں۔ غرضیکہ، اسرائیل ہمارے مغربی اور مشرقی بارڈر پر کسی نہ کسی صورت میں موجود ہے۔ اب یہ انتہائی سنجیدہ بات ہے کہ اس صورتحال میں ہمارا عمل کیا ہونا چاہے۔ عوام میں اسرائیل کے خلاف شدید جذبات موجود ہیں۔ کوئی بھی حکومت ان جذبات کو رد نہیں کر سکتی۔ اگر کسی سے یہ پوچھا جائے کہ کیا اسرائیل کے ساتھ جڑے ہوئے مسلم ممالک نے اسے تسلیم نہیں کیا۔ کیا مصر، اردن اور دیگر مسلم ممالک اسرائیل کے ساتھ سفارت کاری میں مصروف نہیں۔ اس تناظر میں ہماری اسرائیل سے کیا دشمنی ہے۔ اس سوال کا جواب ملنا کافی مشکل ہے۔ بلکہ میری دانست میں یہ سوال کرنا بھی بہت مشکل ہو چکا ہے۔ بہر حال اگر عوامی جذباتیت ہی قومی مفاد کے خلاف ہو تو معاملہ بے حد پیچیدہ ہو جاتا ہے۔ حد تو یہ ہے کہ جن فلسطینیوں کیلئے ہم ہمدردی کے کلمات کہتے ہیں وہ بذات خود ہر وقت اسرائیل سے رابطے میں رہتے ہیں۔ انکا جھکاؤ ہمارے سے زیادہ ہندوستان کی طرف ہے۔ خیر اسرائیل سے ہمارا کیسا تعلق ہونا چاہیے، یہ سوال کم ازکم ہمارے سیاسی رہنا اٹھانے کی ہمت اور استطاعت نہیں رکھتے۔

اب لوٹ کر ہنری کنسنجر کی تیسرا جنگ عظیم کی بات کی طرف آتا ہوں۔ کیا نظر نہیں آ رہا ہے کہ ٹرمپ اس ہولناک جنگ کو شروع کروانے کیلئے ہر ممکن کوشش کر رہا ہے۔ جنگ کا تھیڑ بھی تقریباً طے شدہ ہے۔ ہر وہ بات جس سے تقسیم اور انتشار برڑھ رہا ہے، یعنیہ ٹرمپ وہی گفتگو بار بار کر رہا ہے۔ امریکہ میں اپنے صدر کے متعلق سنجیدہ بحث شروع ہو چکی ہے کہ بالآخر وہ کس طرح کا انسان ہے۔ وہاں کئی ادارے ٹرمپ کو ایک نفیاتی مریض کے طور پر پیش کر رہے ہیں۔ ایک ایسا شخص جسے اپنی زبان پر قطعاً قابو نہیں ہے۔ مگر سکھ کا دوسرا رخ بھی انتہائی اہم ہے۔ وہ اپنے ملک کو مضبوط رکھتے ہوئے پوری دنیا کو عدم استحکام کا شکار بنارہا ہے۔ اسکی پالیسی پر آپ تقید کر سکتے ہیں۔ مگر وہ کامل طور پر کامیاب ہے۔ ٹرمپ دنیا کو تیسرا جنگ عظیم کی طرف تیزی سے دھکیل رہا ہے۔ تباخ کیا ہوتے ہیں، اس پر قطعی رائے دینا اس وقت بہت مشکل ہے۔ مگر طبل جنگ بہر حال نج رہا ہے۔

راو منظر حیات